Fikr-o-Nasar (Islamabad) 7:10 (1970)

"فتوّت" یا "جوانمردی"

مسلمانوں کا ایک اجتماعی و رفاہی نظام

تحقیقے از: ڈاکٹر محمد ریاض، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی (تہران)

ہمارے ملک کے موجودہ مخصوص حالات میں اسلامی مسلکِ جوانمردی کے آداب و رسوم کو بالاجمال متعارف کروانے کی یہ کوشش اُمید ہے کہ سودمند ثابت ہوگی۔ ان تشکیلات و تنظیمات کی روشنی میں ہمارے ہاں کی رفاہی تنظیموں کا رطب و یابس پرکھنے میں آسانی ہوسکتی ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں سرگرمیاں دکھانے، معاشرے کے اخلاقی و اقتصادی مسائل کو حل کرنے کا ادّعا کرنے والوں کی ہر دور میں کمی نہیں رہی۔ یہی اجتماعی فتوّت یا جوانمردی ہے مگر حقیقی و غیر حقیقی "جوانمردوں" میں ان کے کردار اور کارگزاریوں کی بنا پر حدِ فاصل قائم ہوجاتی ہے۔ اس سیاق میں ہم مسلمانوں کے اس نسبتاً گم نام گروہ کی فعالیت کا مبنی بر حقائق ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

معانی اور موضوعِ بحث

"جوانمردی" یا "فتوّت" ایک مسلک اور نظامِ عمل کا نام ہے جسے متعارف کیا جا رہا ہے۔ لفظی مناسبت سے "فتوّت" عربی میں جوانی، جوانمردی، زمانۂ جوانی اور جوانوں یا جوانمردوں کی سی حرکات کے سلسلے میں استعمال ہوتا ہے۔ "فتوّت" کے اسم صفت "فتیٰ" (جمع فتیان) کے معنی جوان، ملازم اور ساتھی کے ہیں اور یہ لفظ (مفرد، تثنیہ اور جمع) ان معانی میں قرآن مجید میں بھی استعمال فرمایا گیا ہے[1]۔ "فتیٰ" عربی کے دورِ جاہلیت کے ادب میں بھی مستعمل رہا۔ مگر اس معنی میں "فتوّت" بعد میں وضع کیا گیا ہے۔ "فتیٰ" کے دوسرے مرادفات بعد میں ذکر ہوں گے۔ فارسی میں "فتیٰ" کو جوانمرد اور "فتوّت" کو جوانمردی کہتے ہیں۔ اردو میں بھی یہی مروّج ہے البتہ نظامِ فتوّت، آئینِ جوانمرداں، شیوۂ جوانمردی یا مسلکِ فتوّت کی اصطلاحات بھی وارد زبان ہوچکی ہیں۔

۱۔ النساء: ۲۵، یوسف: ۳۰، ۳۶، ۶۰، کہف: ۱۰، ۱۳، ۶۳ اور الانبیاء: ۶۰۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

اہلِ عرب کے دورِ جاہلیت میں "فتیٰ" (جوانمرد) وہ تھا جس میں غیر معمولی سخاوت، شجاعت اور جنگ جوئی کی صفات موجود ہوں۔ دوسروں کی خاطر "فتیٰ" اپنے تن من دھن کی بازی تک لگا دیتا تھا۔ ایسے متعدد فتیان میں ایک حاتم طائی (حاتم بن عبداللہ بن سعد الطائی متوفی تقریباً ۵۷۰ عیسوی) تھا جس کی سخاوت، شجاعت اور جوانمردی کے واقعات زبان زدِ خواص و عوام ہیں۔ حاتم طائی کے فرزند حضرت عدیؓ (م ۶۷ھ) کو ۹ ہجری میں دولتِ ایمان نصیب ہوئی۔ اسی سال یمن کے قبیلہ طے کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے حاتم کی بیٹی کو بھی دوسرے فسادیوں کے ساتھ گرفتار کروا کر مدینہ منورہ بھیجا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس لڑکی سے فرمایا: "تمہارے باپ میں مؤمنوں جیسی صفات موجود تھیں"۔ آپؐ نے اسے اور اس کے لواحقین کو آزاد کر کے زادِ راہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔[۲] یہ واقعہ مسلکِ فتوّت کی اہمیت کو واضح کر دیتا ہے۔

نظامِ جوانمردی کا موضوعِ بحث اجتماعی اخلاق اور حقوق العباد ہیں مگر "موضوعِ بحث" کی کوئی ایک محدود تعریف پیش کر دینا ناکافی ہوگا۔ مختلف مسالک اور اذواق کے لوگوں نے مختلف تعریفیں پیش کی ہیں اور یہاں ہم بزرگوں کے بعض اقوال پیش کر رہے ہیں:

ملا واعظ حسین کاشفی ہروی (م ۹۱۰ھ) اپنے "فتوّت نامۂ سلطانی"[۳] میں لکھتے ہیں: "جوانمردی کے موضوع میں ایسے ستودہ صفات اور پسندیدہ کار لوگوں کے اعمال و افعال سے بحث کی جاتی ہے جو اپنی محکم قوتِ ارادی کے بل بوتے پر تائیدِ ایزدی کے سزاوار بنتے، برے کاموں سے احتراز کرتے اور افرادِ معاشرہ کی بہبوئیِ احوال میں کوشاں رہتے ہیں ...... جوانمردی کے تین درجے ہیں: پہلا درجہ "سخاوت" ہے۔ جو مال و دولت جائز ذرائع سے ہاتھ آیا ہو، اسے مخلوقِ خداوندی کی خاطر خرچ کرنے میں بخل نہ کرے۔ دوسرا درجہ "صفائی باطن" ہے۔ سینہ کو تکبّر و کینہ اور بری خواہشات سے پاک رکھے۔ تیسرا اور بلند ترین درجہ "وفا" ہے جیسے خدائے تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے پورے پورے حقوق ادا کر کے نباہنا ہے ...... علمِ فتوّت ایک دقیق موضوع ہے جسے تصوّف اور توحیدِ واقعی کے علوم کا ایک شعبہ سمجھنا چاہیئے"۔

۲۔ الکامل فی التاریخ لابنِ اثیر، المجلّد الثانی۔ وقائع سن ۹ ہجری۔

۳۔ قلمی، کتب خانہ مجلس شورائے ملّی، تہران۔ ڈاکٹر محمد جعفر محجوب، تہران۔ اس کتاب کی تین مخطوطوں کی مدد سے تصحیح کر چکے ہیں اور چھپنے والی ہے۔

امیر سیّد علی ہمدانی (م ۷۸۶ھ) نے اپنے رسالہ "فتوتیہ"[۴] میں لکھا "فتوّت، سالکانِ راہِ خدا کا ایک مقام اور فقر و ولایتِ حقیقی کا ایک جزء ہے ...... حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے: جوانمردی کے چار ارکان ہیں — طاقتِ انتقام کے باوجود دشمنوں کو معاف کر دینا، غصّے میں حلم و بُردباری کا مظاہرہ کرنا، دشمن کو بھی صحیح نصیحت دینا اور اپنی تنگ دستی کے باوجود دوسروں کی خاطر ایثار کرنے سے دریغ نہ کرنا......

نظامِ جوانمردی کا محور — حقوق العباد ہیں۔ جوانمرد یہ کام پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمودات کی روشنی میں انجام دیتے ہیں کہ — "جب تک کوئی مسلمان کسی بھائی کی حاجت برآری میں مصروف رہتا ہے، خدائے تعالیٰ خود اس کی حاجت روائی میں مشغول رہتا ہے"۔ صحاح شریف میں آیا ہے کہ "تمام مخلوق، خدائے تعالیٰ کا کنبہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب وہ ہے جو اُس کے کنبے اور عیال کا خیال رکھے......

طاعاتِ بدنی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے جیسے نماز، روزہ اور دوسری کا تعلق مخلوق سے ہے۔ جوانمردی اپنی بدنی قوتوں اور اموال کے صرف سے مخلوقِ خداوندی کی خدمت اور اُن کو نفع پہنچانا ہے۔ عبادات کی ادائیگی فرض عین ہے مگر سوائے صاحبانِ قلوب کے، دوسروں کی عملی زندگی پر ان کا کیا اثر پڑے گا؟ ...... خدائے تعالیٰ نے اس کائنات کو رنگا رنگ اور متنوّع تخلیق فرمایا اور اُس کی مخلوق میں دولت مندوں، غریبوں، کمزوروں، صحت مندوں، مریضوں غرض ہر قسم کے لوگوں کو دیکھا جا سکتا ہے ...... اس تنوّع کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے کے واقعی ممدّ و معاون ہوں ...... نبی اکرمؐ نے فرمایا: مؤمن ایک عمارت کی اینٹوں کی مانند ہیں اور ہر اینٹ کو دوسری کا سہارا ملتا ہے۔ موضوعِ جوانمردی یہی ہے کہ مؤمن امورِ دنیا و دین میں یک جان اور ہزار قالب ہوں۔ وہ 'انما المومنون اخوۃ' (الحجرات۔ ۱۰) کی جیتی جاگتی اور عملی تفسیر بنیں" ...... (ترجمہ از فارسی)۔

اب کچھ اور بزرگوں کی مختصر تعریفات ملاحظہ ہوں؛

خواجہ حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں 'فتیانِ واقعی' کے سارے اوصاف بیان فرما دیئے ہیں: 'انّ اللہ یأمر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربیٰ وینھٰی عن

۴۔ اس کتاب کی راقم الحروف نے دس مخطوطوں کی مدد سے تصحیح و تحشیہ کی، اور تہران یونیورسٹی کے شعبۂ مطبوعات نے اسے چھاپنا منظور کیا ہے۔

الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون' (النحل ۹۰)۔ جوانمرد اس آیۂ کریمہ کو اپنے اعمال کا شعار و دثار بناتے ہیں۔

امام جعفر صادقؓ نے فرمایا: جوانمردی کی اصل وفاداری، صدق، امانت، سخاوت، تواضع، توبہ اور دوسروں کو نصیحت پر استوار ہے...... جوانمرد کبھی پوشیدہ طور پہ ایسا کام نہیں کرتا جس کے ظاہر ہو جانے پر اُسے شرمندہ ہونا پڑے..... جوانمرد خداداد مال و دولت و استعداد سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اگر یہ سب میسر نہ ہو، تو بھی خدائے تعالیٰ کا شکر ہی کرتا ہے...... جوانمردی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ دوسروں کو حقیر اور خود کو صاحبِ فضیلت نہ سمجھا جائے۔

شیخ معروف کرخی (م ۲۰۰ھ) کا قول ہے: 'فتوت کامل وفاداری، بغیر ذاتی غرض کے دوسروں کے اوصافِ حمیدہ کی قدر کرنے اور سائل کے سوال کے بغیر ہی اُس پر بخشش کرنے کا نام ہے'۔

شیخ فضیل عیاض (م ۱۸۳ھ) کا قول ہے: "جوانمردی کا موضوع یہ ہے کہ عطا و بخشش میں مومن و کافر کی تمیز نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی سب مخلوق کو حسبِ قدرت فائدہ پہنچایا جائے"۔

سہل بن عبداللہ تستری (م ۲۸۳ھ) نے کہا ہے: 'جوانمردی کا موضوع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی ہے'۔ ابوالحسین نوری (م ۲۹۵ھ) کا قول ہے: 'عملی زندگی کی گوناگوں دشواریوں اور باہمی معاملات کو خوشدلی کے ساتھ طے کرنا جوانمردی ہے'، اور اب شیخ ابوالحسن خرقانی (م ۴۲۵ھ) کے قول پر ہم 'موضوعِ جوانمردی' کی تعریفات کے نمونے ختم کر رہے ہیں: 'دریائے جوانمردی کے تین چشمے ہیں: ہمہ گیر سخاوت و شفقت، خدائے تعالیٰ کی نیازمندی کی مدد سے خلق سے بے نیازی چاہنا، یہ کوشش کرنا کہ دوسروں پر بوجھ نہ بنا جائے'[۵]۔ ان تعریفات کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ 'موضوعِ فتوت' در اصل حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی تھی۔ البتہ دیگر مکاتبِ فکر و عمل کے ساتھ مل کر نظامِ جوانمردی نے جو شاخ و برگ نکالے، وہ آئندہ اوراق میں واضح ہو جائیں گے۔

انبیاء کرامؑ اور نبی آخر الزمانؐ کی زندگی سے استناد

فتوت ناموں (کتبِ جوانمردی) میں نظامِ جوانمردی کا اصل سرچشمہ انبیاء علیہم السلام کی پاک زندگیوں

۵۔ طبقات الصوفیہ السلمی صفحہ ۱۱۸، طبقات الصوفیہ خواجہ عبداللہ صفحہ ۱۱۹، اور تذکرۃ الاولیاء از عطار جلد دوم صفحہ ۲۷، ۲۰۵ اور ۲۲۸۔

میں بتایا گیا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات فرما کر، زمین کے اُوپر، نیچے اور فضا میں بلا طلب انعام و اکرام کے جو گنجینے پھیلا دیئے، یہ دراصل جوانمردی اور عطائے بے سوال کا نمونہ ہے اور مومنوں کو نبی اکرمؐ کے ارشاد "تخلقوا باخلاق اللّٰہ" کی روشنی میں اس نمونے کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے[۶]۔ انبیاء علیہم السلام عالمِ انسانیت کی رہنمائی کی خاطر دنیا میں تشریف فرما ہوتے رہے ــــ ان کی پاک زندگیوں کے واقعات جوانمردوں کی مشعلِ راہ ہیں مثلاً، آدمؑ کی توبہ و انابت، نوحؑ کا مکارہ و مشکلاتِ تبلیغ پر صدہا سال تک صبر و استقامت، ابراہیمؑ خلیل اللّٰہ کا اپنے فرزند دلبند کو راہِ خداوندی میں قربان کرنے کی سعی میں غیر معمولی جذبۂ ایثار، نمرود جابر کی سلطنت میں بُت شکنی، غیر معمولی مہمان نوازی اور مشکل سے مشکل وقت میں صرف خدائے تعالیٰ سے مدد چاہنا۔ یوسفِ صدیقؑ کا مفسدانہ ماحول میں اپنی عصمت کا تحفظ اور اپنے بھائیوں کے مظالم سے درگزر، ایوبؑ کا مصائب و امراض میں صبر و شکر، یونسؑ کی شکمِ ماہی میں استغفار، داؤدؑ اور ان کے فرزند سلیمانؑ کا بادشاہ ہوتے ہوئے بھی کسب کرنا اور اکلِ حلال کی خاطر بالترتیب زرہ سازی اور زنبیل بافی کو پیشہ بنائے رکھنا، موسیٰؑ اور شعیبؑ کا ایک دوسرے سے عادلانہ ایفائے عہد کرنا، یوشعؑ بن نون کا موسیٰؑ اور ہارونؑ سے بہادرانہ تعاون اور عیسیٰؑ کی بے نہایت نرمی مگر استقامت ــــ یہ سب باتیں کتبِ فتوت میں بطور استناد درج ہیں[۷]۔ حضرت ابراہیمؑ کے "بت شکنی" کے واقعہ "فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم" (الانبیاء: ۶۰) کی کتبِ فتوت (اور آثار تصوف) میں بڑی دلکش تاویلات ملتی ہیں۔ "بت" کو نفس اور ہوس کے معانی میں لیا گیا ہے ــــ حضرت ابراہیمؑ، جو اُمتِ مسلمہ کے جدِ امجد ہیں (ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمٰکم المسلمین ۵ من قبل ۔ ۲۲: ۷۸)، فتیان ان کو "ابو الفتیان" کے لقب سے یاد کرتے ہیں البتہ "سید الفتیان" جناب رسالت مآبؐ ہیں۔

نبی اکرمؐ کی حیاتِ مقدس اور جوانمردی

لازماً روش جوانمردی کے سالکین اپنے مسلک کے شرعی جواز کی جستجو میں ایسے کاموں کے نمونے رسول اللّٰہؐ کی حیاتِ طیبہ میں تلاش کرتے ہیں۔ آپؐ "سید الفتیانؐ" ہیں۔ بعثت سے قبل آپؐ کی جوانمردی کا ایک واقعہ

---

۶ ۔ رسائل فتوت (مؤلف نامعلوم) عکسی مجموعہ نمبر ۶/ ۱۷، اکتب خانہ مرکزی، تہران یونیورسٹی۔

۷ ۔ رسالہ قشیریہ مطبوعہ قاہرہ صفحہ ۱۰۴ اور حیات القلوب از علامہ مجلسی، تہران صفحہ ۲۹۹ ۔ ۳۰۰ ۔

تاریخ میں "حلف الفضول" کے نام سے مذکور ہے جس کا خلاصہ ذیل میں بیان ہوگا:

بنی ہاشم، بنی المطلب، بنی اسد بن عبد العزیٰ، بنی زہرہ بن کلاب اور بنی تیم بن غرۃ اس "حلف" (معاہدہ) میں شریک تھے اور اُس کے بڑے محرّک رسول اکرمؐ تھے۔ آپ کا سن مبارک اُس وقت ۲۵ سال تھا (اور اسی سال حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کے عقد میں آئی تھیں۔ "حلف" میں شرکاء کی اکثریت کے نام "فضل" تھے اسی خاطر اس معاہدہ کا نام "حلف الفضول" پڑ گیا)۔ اس حلف نامہ کی کیفیت ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) کی "الکامل فی التاریخ" (جلد دوم) میں اس طرح مندرج ہے[8]: "...... قسمیں کھا کر معاہدہ کیا گیا کہ مکہ میں مکی یا غیر مکی باشندوں میں سے جس کسی کو مظلوم پائیں اُس کے ساتھ مل کر مقابلے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اُس کی اعانت کریں تا آنکہ اُس کا حق اُسے واپس مل جائے ...... منصبِ نبوّت پر فائز ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ "میں اپنے چچاؤں کے ساتھ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حلف الفضول کے موقع پر موجود تھا.... اب اسلام کے بعد بھی اگر اس حلف کی طرف بلایا جائے تو میں ایسی دعوت ضرور قبول کروں گا۔" (ابن اثیر اضافہ فرماتے ہیں کہ حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کی بعض ناانصافیوں کے خلاف ایک مرتبہ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے 'حلف الفضول' روش اختیار کرنے کی تہدید کی تھی — اور حاکم نے اُس پر معذرت کی اور ان بزرگوں کی شکایات رفع کر دیں)۔

"حلف الفضول"، جیسا کہ واضح ہو جائے گا، اجتماعی فتوّت کا نمونہ تھا۔ اس پیمان کے داعیوں کے بعض کارنامے بھی کتابوں میں مرقوم ہیں مثلاً مکہ کے ایک ظالم متموّل تاجر نے ایک غریب کی لڑکی کو اغوا کر لیا۔ اس گروہ نے، نبی اکرمؐ کی معیت میں، اس مظلومہ کو نجات دلوائی اور اُس کے باپ کی داد رسی کی۔ ظالم تاجر اس منظّم گروہِ نوجوانان کے خلاف کچھ نہ کر سکا اور چُپ سادھ لی۔[9]

نبی اکرمؐ، مکارم اخلاق کی تکمیل و تہذیب کی خاطر عالمِ وجود میں تشریف فرما ہوئے ہیں کما قال: 'بعثت لاتمم مکارم الاخلاق'۔ اس خاطر "اہلِ فتوّت و جوانمردی" کو حیاتِ طیّبہ میں سارے اوصافِ حَسنہ پا لینے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ شجاعت، سخاوت، مہمان نوازی، جانی دشمنوں کو معاف کرنا، مظلوموں

۸۔ کراچی ۱۹۶۳ء، اُردو ترجمہ مولوی مقصود علی خیر آبادی صفحہ ۴۹۔ ۵۰۔

۹۔ "محمدؐ، پیغمبرے کہ از نو باید شناخت" تالیف ک۔ و۔ گیورگیر مترجم ذبیح اللہ منصوری، طبع تہران صفحہ ۳۵-۳۶۔

کی دادرسی، محتاجوں کی حاجت برآری، شفقت و رأفت غرض "آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری" والی بات یاد آجاتی ہے۔ اجتماعی فتوت کا ایک نمایاں شعبہ محتاجوں کی حاجت برآری کی خاطر رہا ہے۔ نبی اکرمؐ نے بعثت سے قبل بھی اس سلسلے میں خدمات انجام دی ہیں۔ زکوٰۃ کا حکم صریح "خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم" (الانفال: ۱۵۳) تو ۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اس سے قبل بھی نبی اکرمؐ نے مکہ مکرمہ میں ایسا نظام فرما رکھا تھا کہ لوگ جوانمردانہ دوسروں کی مدد کرتے اور نمود و نمائش سے احتراز کرتے تھے۔ ۱۰

فتیان، صوفیہ کی مانند اپنا سلسلۂ نسبت حضرت علیؓ کے ذریعہ نبی اکرمؐ تک پہنچاتے ہیں۔ صوفیہ کے ایک سلسلہ (نقشبندیہ) کی ایک شاخ کی نسبت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے منسوب ہوتی ہے، مگر فتوت کے تمام (۴۰ یا ۱۷) سلسلے صرف حضرت علیؓ سے ہی جا ملتے ہیں۔

اگرچہ ان سلسلوں کی نسبت کے بارے میں محققانہ اصل نہیں ملتی۔ تاہم حضرت علیؓ کی زندگی جس طرح صوفیہ کی توجہ کا مرکز بنی رہی، بالکل اسی طرح فتیان کی خاطر بھی۔ کتبِ فتوت میں صحابہ کرامؓ کے احوال و اخلاق بالخصوص خلفائے راشدینؓ کے اوصاف ملتے ہیں۔ مگر حضرت علیؓ کی درویشی، مہمان نوازی، سخاوت، فصاحت و بلاغت اور غیر معمولی شجاعت کے کئی واقعات مندرج ہیں مثلاً یہ واقعہ ملاحظہ ہو جو مناقب العارفین (جلد اوّل)[۱۱] مؤلفہ شمس الدین احمد افلاکی (م ۷۶۰ھ) میں مولانا جلال الدین محمد رومی (م ۶۷۲ھ) کی زبانی منقول ہوا ہے: "...... اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ نماز فجر ادا کرنے مسجد النبیؐ کی طرف جا رہے تھے۔ ایک بوڑھے یہودی کو آگے چلتے دیکھا۔ امیر المومنین علیؓ نے اپنے حسنِ اخلاق، مروت و فتوت کے تحت اُس بوڑھے کے ادب کو ملحوظ رکھا، اُس سے آگے نہ بڑھے اور آہستہ آہستہ پیچھے چلتے رہے۔ اس طرح اتنا وقت گزر گیا کہ اگر خدائے جلیل کے فرمان سے حضرت جبریل امینؑ نبی اکرمؐ کو پہلی رکعت میں تاخیر فرمانے کا اشارہ نہ کرتے تو حضرت علیؓ اس رکعت کے ثواب سے محروم ہو جاتے" (ترجمہ) ایسے ہی کئی دوسرے واقعات فتوت ناموں میں مندرج ہیں۔ "لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار" کے کلماتِ مبارک کتب احادیث میں موجود اور اہلِ فتوت بلکہ سب کے ہاں ہی مروج و مقبول رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ

۱۰۔ مجلہ معارف اسلامی شمارہ ۹ ستمبر ۱۹۶۹ء، سازمانِ اوقاف تہران صفحہ ۴۳۔

۱۱۔ مطبوعہ انقرہ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۱۲ - ۱۱۳۔

جنگِ اُحد میں جب حضرت علیؓ غیر معمولی دادِ شجاعت دے رہے تھے، تو ہاتفِ غیبی نے ان کی خاطر یہ کلمات ادا کئے اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی یہ الفاظ دہرائے۔[۱۲] نیز ذوالفقار[۱۳] حضرت علیؓ کو مرحمت فرمادی۔ شجاعت کی بنا پر حضرت علیؓ کے القاب حیدر، کرّار، اسداللہ یا شیرِ خدا وغیرہ ادبیاتِ اسلامی میں معروف و مروّج ہیں۔ آپ کا ایک اور لقب "ھل اتیٰ" ہے۔

"ھل اتیٰ" دراصل سورۃ الدھر کی آیۂ ابتدائی کے افتتاحی کلمات ہیں، "ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدّھر لم یکن شیئاً مذکوراً"۔ اس سورہ کی آیات ۸ اور ۹ میں راہِ خدا میں مخلصانہ خرچ کرنے والوں کے اوصاف گنائے گئے ہیں، "ویطعمون الطعام علی حبّہٖ مسکینا ویتیما واسیراً۔ انّما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاءً ولا شکوراً"۔ اور بقول بعض ان آیات میں حضرت علیؓ (نیز حضرت فاطمۃ الزہرا بتولؓ) کے واقعۂ ایثار کی طرف اشارہ ہے۔[۱۴] آپ نے بحالتِ صوم، افطاری کی خاطر ماحضر دو دن تک سائلوں کو دے دیا، اپنی احتیاج پر دوسروں کی احتیاج کو ترجیح دی اور خود بھوکے رہے۔ فارسی کے متعدد شعراء کے ہاں "ھل اتیٰ" حضرت علیؓ کے لقب کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ دو شعر ملاحظہ ہوں:

آفتابِ کبریا، دریائے درِّ "لافتیٰ" — فخرِ آلِ مصطفیٰؐ، مخصوصِ نصِّ "ھل اتیٰ"[۱۵]

بانوی آں تاجدارِ "ھل اتیٰ" — مرتضیٰ، مشکل کُشا، شیرِ خدا[۱۶]

۱۲۔ کتاب الفتوۃ ابن المعمار، صفحہ ۱۴۲۔

۱۳۔ شمشیر ذوالفقار کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ جنگِ خیبر کے مالِ غنیمت میں ہاتھ لگی تھی؟ نبی اکرمؐ کی خدمت میں رومی سفیر مقوقس نے تحفہ کے طور پر پیش کی تھی؟ یا یہ کہ جنگِ بدر میں ایک کافر عاص بن منبّہ کے قتل ہو جانے پر اُس کی یہ شمشیر رسولِ پاکؐ کی خدمت میں پہنچائی گئی تھی؟ تفصیل: کتاب الفتوۃ ابن المعمار صفحہ ۹۸، ۷ اور گلستانِ سعدی بخش یکم (صفحہ ۲۵) پر ڈاکٹر سیّد خلیل خطیب رہبر کا حاشیہ۔

۱۴۔ کتاب الفتوۃ ابن المعمار الحنبلی (م ۶۴۲ ہجری) با مقدمہ پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ جوّاد، طبع بغداد ۱۹۵۸ء صفحہ ۲۸۴، ۲۸۵، اور کیمیائے سعادت از امام محمّد ابو حامد غزالی طبع تہران صفحہ ۵۴۹۔

۱۵۔ شعر سلمان ساوجی (م ۷۷۸ ہجری) کا ہے۔

۱۶۔ علّامہ اقبالؒ: اسرار و رموز صفحہ ۱۷۷۔

اسلامی دَور میں اجتماعی جوانمردی کا آغاز

اجتماعی، معاشرتی یا رفاہی جوانمردی (فتوت) سے مراد فتیان کا رفاہِ عامہ کے کاموں میں حصہ لینا، مظلوموں کی داد رسی اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا، محتاجوں کی حاجت براری اور اس قسم کے مقصدوں کی خاطر گروہ در گروہ منظم ہونا ہے۔ بظاہر ایسی پہلی تنظیم کوفہ میں وجود میں آئی اور اس کا محرک، حاکمِ عراق، حجاج بن یوسف ثقفی کے مظالم تھے خصوصاً اس کی وہ درشتیاں اور سختیاں جو اُس کے دورِ امارت (۶۹۴-۷۱۴ھ) میں رونما ہوئیں۔ کوفہ کا یہ گروہِ فتوت، عمالِ حکومت کی سختیوں کے خلاف سینہ سپر تھا، چھپ چھپا کر ان پر حملے کرتا اور مظلوموں کا انتقام لیتا تھا۔ اُس وقت کے فتنوں کو رفع کرنے میں حجاج اور اُس کے عمال کو سختی کرنا پڑتی تھی — بعض اوقات بے گناہ لوگ بھی اس سختی کی لپیٹ میں آجاتے تھے — کوفی جوانمردان بے انصافیوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے اور ظالم عمال کا ہر ممکن طریقے سے احتساب کرتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو "عیار" اور "شطار" وغیرہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان جوانمردوں کے ذکر سے قبل نظامِ فتوت کی تشکیلات اور نظامِ تربیت کا ذکر ضروری ہے۔

مراکزِ جوانمردی

فتوت کے مراکز "لنگر گاہ" یا "زوایا" (جمع زاویہ) کہلاتے جو صوفیہ کی خانقاہوں اور صوامع کی مانند تھے۔ قرونِ وسطےٰ میں یہ مراکز، مسافروں، بے نواؤں اور معذوروں کے مامن تھے۔ یہاں محتاجوں اور مہمانوں کی پوری خاطر و مدارات کی جاتی تھی۔ جوانمرد کسب کرتے، اپنی کمائی رئیسِ مرکز کے پاس جمع کراتے اور نیز صدقات کی فراہمی سے ان مراکز اور لنگر خانوں کا پورا خرچ چلاتے تھے۔ امراء سے برضا یا بہ سختی رقم بٹورنا ان کا شیوہ بن چکا تھا۔ یہ جوانمرد، عوامی گروہ اور گم نام زندگی بسر کرتے تھے — زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے کہ اپنی کارگزاریوں کو قلم بند کرتے۔ معاصر مؤرخین میں سے کم نے ہی ان کی طرف توجہ دی البتہ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے دو مؤلفین نے ان لوگوں کے اخلاق و کردار اور ان تنظیموں کے بارے میں کافی لکھا ہے — یہ بحثیں زیادہ تر ایران اور ایشیائے صغیر (موجودہ ترکی) کے جوانمردوں کے بارے میں ہیں مگر ان سے نواحی عرب ممالک کی کیفیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ ہمارا پہلا مؤلف ناصری ناصری سیواسی اناطولیائی شاعر ہے جس نے "فتوت نامہ منظوم" ۶۸۹ ہجری میں مکمل کیا ہے۔ اس کتاب کے کوئی ساڑھے آٹھ سو[۱۷] شعر ہیں جن میں نظامِ فتوت کے بارے

۱۷- سارے اشعار کی خاطر فرہنگ ایران زمین شمارہ ۱۰ اور ۱۱ (سال ۱۳۴۱-۱۳۴۲ شمسی) تہران نیز سرچشمۂ تصوف در ایران از مرحوم سعید نفیسی، تہران صفحہ ۲۱۸-۲۱۹۔

میں بڑی ذی قیمت اطلاعات موجود ہیں۔ اس کتاب سے ہم کئی مقامات پر استناد کریں گے۔

دوسری کتاب ابن بطوطہ طنجی مراکشی (م ۷۷۹ھ / ۱۳۷۸ء) کی تالیف "تحفۃ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار" معروف بہ "الرحلہ" (سفرنامہ) ہے۔ ابن بطوطہ اناطولیہ اور اس کے نواح نیز ایران کے "اخیۃ الفتیان" یا "اِخوہ" کا بالتفصیل ذکر کرتا ہے۔ "اخی"[18] یا "جوانمرد" مہمان نواز، غریب پرور، مسافروں کی دلجوئی کرنے والے، ظالموں سے نبرد آزما اور شعائر دینی کی بے حرمتی کرنے والوں کا سختی سے احتساب کرتے تھے۔ مراکشی سیاح رقم طراز ہے: "....... اگرچہ اصفہان اور شیراز کے لوگ مہمان نوازی اور مسافروں کا خیال کرنے میں جواب نہیں رکھتے، لیکن اناطولیہ اور اس کے گردونواح کے "فتیان" کی اور ہی بات ہے۔ مجھے اپنے سفر کے دَوران ایسے نیک سرشت اور دوسروں کے حقوق کا خیال کرنے والے لوگ کہیں نہیں ملے۔" وہ ایک جوانمرد خراز کے بارے میں لکھتا ہے: "...... تقریباً دوسو اہلِ حرفہ اور دست کار اس کے ماتحت ہیں۔ جو کچھ کماتے ہیں، اپنے رئیسِ گروہ کے توسط سے یہاں کی خانقاہ اور لنگر خانے کی خاطر پس انداز کرتے اور یہاں کا خرچ چلاتے ہیں"۔ ابن بطوطہ نے بعض "باغی" جوانمردوں کی داستانیں نقل کی ہیں مثلاً جمال لوک سیستانی کے بارے میں لکھتا ہے: "..... اس سیستانی جوانمرد نے عرب اور عجم کے شاہسواروں کا ایک بڑا گروہ اپنے گرد جمع کر رکھا اور ان کی مدد سے دوسروں کی خاطر راہزنی کرتا ہے۔ وہ ہر کسی پر ڈاکہ نہیں ڈالتا۔ مشہور ہے کہ وہ دست بدعا رہتا ہے کہ خدا کرے صرف ایسے لوگ اُس کی راہزنی کا نشانہ بنیں جو زکوٰۃ کی ادائیگی اور حقوقِ واجبہ کی بجاآوری میں تساہل برتتے ہیں ...... وہ مالِ یغما سے خانقاہیں اور مراکز بناتا اور محتاجوں کی مدد کرتا ہے۔ مدت ہوگئی یہ جمال اسی طرح زندگی گزار رہا ہے۔ وہ اپنے سواروں کے دستوں میں بیابانوں میں پوشیدہ زندگی گزار رہا ہے اور لوگ اُسے کم ہی جانتے ہیں ......" [19]

۱۸۔ اخی کو بعض محققین اقی کی بدلی ہوئی صورت (خ ۔ ق) مانتے ہیں جس کے معنی ترکی آذربائیجانی لہجے میں سخی اور فیاض کے ہیں: ملاحظہ ہو مجلہ دانشکدۂ ادبیات، تہران شمارہ ۲ سال ۱۳۳۵ش صفحہ ۹۲۔ مگر راقم الحروف اسے عربی ہی تسلیم کرتا ہے۔ بظاہر نبی اکرمؐ کی قائم فرمودہ (مہاجر و انصار کے درمیان) رسم اخوت اور مواخات سے فتیان نے یہ استناد کیا ہے۔

۱۹۔ فارسی ترجمہ طبع تہران صفحہ ۲۸۱ تا ۲۹۹۔

جوانمردوں کے لنگر خانے (اجتماع گاہیں) دوسروں کو سہولت پہنچانے کے وسائل سے معمور تھے۔ خالی اوقات میں لوگ ورزش گاہوں میں جاتے تھے۔ ورزش گاہوں کے آداب بھی "جوانمردانہ" تھے اور یہ مقامات لنگر خانوں سے متصل تھے۔ شاہسواری (فروسیت) اور فنونِ حرب کی یہاں تربیت ملتی تھی۔ صلیبی جنگوں کی احتیاجات نے رضاکارانہ افواج کو بہت ترقی دے دی تھی اور جیساکہ آگے عرض ہوگا، عرب و عجم کی جوانمردانہ تنظیموں نے اس کام کی ضروریات کو کماحقہٗ پورا کیا تھا۔ مسلمانانِ اندلس و صقلیہ (سسلی) کی جوانمردی (CHIVALRY)[20] کے نمایاں خدوخال شاہسواری اور آدابِ شہامت تھے۔ ان آداب کے زیرِ اثر ہی اہلِ فرنگ کی "عیارانہ" "جوانمردی" (KNIGHTHOOD یا KNIGHT-ERRANCY) پروان چڑھی ہے۔

"جوانمردوں" کی تربیت

ہر عملی کام کی خاطر تعلیم کے علاوہ تربیت کی ضرورت ہے۔ "تصوّف" کے سلوک کی مانند "فتوّت" کی خاطر بھی ایک خاص اور مفصل تربیتی کورس ترتیب دیا گیا تھا جس کا ایک خاکہ یہاں پیش کر دیا جاتا ہے۔

نوجوان، عاقل، بالغ نیز مروّت، حیاء اور استقامت احوال کے حامل افراد "مسلک جوانمردی" سے وفاداری کا حلف نامہ اُٹھا کر اس کی رکنیت کے "امیدوار" بن سکتے تھے۔ صاحبانِ فتوّت کی خاطر آغاز میں بڑے سخت قسم کے اخلاقی اوصاف لازم تھے۔ ابن المعمار الحنبلی نے "کتاب الفتوۃ"[21] میں فتیان کی خاطر لازم قرار دیا ہے کہ وہ دو سو کبائر اور صغائر سے محترز رہیں (یہ فہرست خاصی طویل ہے)۔ خلاصۂ مطلب کے طور پر لکھا ہے کہ جس کام سے دعویٔ اسلام باطل ہو، اُس سے ادّعائے فتوّت بھی باطل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بعد کے دَور میں فتیان نے کئی بدعات اور بداخلاقیاں اپنا لیں، مگر کتبِ فتوّت میں کم ازکم ۷۲ ایسی صفات مذکور ہیں جن کا امتحان کرنے کے بعد جوانمردی کی خاطر کسی کی "امیدواری" کو قانوناً جائز تسلیم کر کے اُسے تربیتی کورس میں شامل کیا جاتا تھا۔ ان صفات کو کسی شاعر نے نظم کر دیا ہے اور اس کی نسبت فریدالدین عطار (م ۶۱۸ھ) اور عبداللہ ہاتفی خراسانی (م ۹۲۷ھ) سے کی جاتی رہی مگر بظاہر اس کا ناظم آٹھویں یا نویں

---

۲۰ - یہ لفظ بظاہر عربی سے اخذ کیا گیا اس لئے کہ شَاوَلَ / تَشَاوَلَ عربی میں نیزہ کے ساتھ حملہ کرنے کو کہتے ہیں (ملاحظہ ہو: المنجد طبع بیروت)۔ فرانسیسی لغت میں یہ لفظ CHEVALIER ہے اور اس سے عربی اور فارسی میں "شوالیہ" وضع کیا گیا ہے۔

۲۱ - صفحہ ۲۵۶ - ۲۶۰ -

صدی ہجری کا کوئی شاعر معلوم ہوتا ہے جس کا تخلص "عطار" رہا ہے۔ ۸۴ ابیات کی حامل[22] اس دلچسپ نظم میں فتیان کے ۲۷ اوصاف نہایت عمدگی سے بیان کئے گئے۔ آغاز و انجام ملاحظہ ہو:

الا اے ہوشمندِ خوب کردار   بگویم با تو رمزے چند از اسرار
چو دانش داری و ہستی خردمند   بیاموز از فتوت نکتہ ای چند
کہ تا در راہ مرداں رہ دہندت   کلاہِ سروری بر سر نہندت
اگر خواہی شنیدن گوش کن باز   زمانی باش با ما محرم راز
چنیں گفتند پیرانِ مقدم   کہ از مردی زوندے درمیان دم
کہ ہفتاد و دو شد شرطِ فتوت   یکی زان شرط ھا باشد "مروت"[23]
بگویم با تو یک یک جملۂ راز   کہ تا حشمت بدین معنی شود باز
نخستین، راستی را پیشہ کردن   چو نیکاں از بدی اندیشہ کردن ......
اگر خواہی کہ ہم معنی بدانی   "فتوت نامۂ عطار" خوانی
خدا یارِ تو باشد در دو عالم   چو مردانہ درین رہ می زنی دم

یہ سارے اوصاف مختلف باتوں کے ذکر میں بیان ہو جائیں گے ــــ نمایاں اوصاف یہ ہیں کہ "امیدواری کا طالب" نیکوں کی مجلس میں بیٹھنے والا، بخشش کا واپس نہ لینے والا، ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ نباہ کرنے والا، بزرگانِ فتوت کا احترام ملحوظ رکھنے والا اور حتی الامکان حقوق العباد بجا لانے والا ہو۔[24]

چالیس سلبی صفات والے افراد گروہِ "فتوت" میں شمولیت کے "امیدوار" نہیں بن سکتے تھے۔ ابتداء میں اس فہرست میں مختلف پیشہ ور بھی شامل تھے مگر بعد میں، جیساکہ ذکر ہوگا، پیشہ وروں کو نہایت محترم

۲۲۔ راقم الحروف نے اسے تصحیح کر کے چھپوایا ہے: مجلہ معارف اسلامی، تہران شمارہ ۸ اپریل ۱۹۶۹ء صفحہ ۸۶-۹۲۔

۲۳۔ مروت کی تعریف ابن المعمار کی کتاب الفتوۃ میں (صفحہ ۱۴۹) اس طرح مذکور ہے: "......المروۃ شعبۃ من الفتوۃ ......ھی صفۃ باطنۃ والفتوۃ صفۃ ظاھرۃ من فعل الخیر والکف عن الشر"۔

۲۴۔ سرچشمۂ تصوف در ایران صفحہ ۱۴۰۔

اور مکرّم مقام دیا جانے لگا۔ فتوّت کے دورِ عروج میں جو لوگ فتوّت سے محروم رکھے جاتے تھے، ان میں اکثریت حقوق العباد کے تلف کرنے والوں کی ہوتی تھی اور لوگ اسی پیمانے سے ان کی کارگزاریوں کو ہدفِ ملامت بناتے تھے یہ لوگ ذخیرہ اندوز، گراں فروش، چغل خور، بہتان تراش، کارِ خیر میں مخل اور کارِ بد پر مُصر، راشی، مرتشی اور "تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر"[۲۵] سے روگرداں ہوتے تھے۔

"امیدواری" سے گروہ "جوانمردی" میں داخلے تک کئی مراحل تھے جن کو طے کرنا لازمی تھا۔ "امیدوار" (طالب یا صغیر) گروہِ فتیان کے کسی ممبر کے تعارف سے (اُسے "استاد" یا "مطلوب" کہتے تھے) اپنی درخواست "ناظر" (پیرِ فتوّت یا نقیب) کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ اُسے چالیس روز تک ناظر اور "استاد شدّ" (طالب کا مخصوص کمر بند باندھنے والا، جس کا ذکر آ رہا ہے) کی خدمت کرنا ہوتی تھی۔ سالکانِ تصوّف کی مانند اُسے جسمانی امتحانات سے گزرنا ہوتا تھا اور اس چلّہ نما مرحلے کے بعد اُسے "ابن" کا لقب دیا جاتا اور گویا گروہِ فتوّت میں داخلہ کا اہل قرار دے دیا جاتا تھا مگر اس بات کا اعلان مجمع خاص میں کیا جاتا تھا۔

ایک یا چند "ابن" کو گروہ فتیان میں شامل کرنے کی خاطر ایک خاص اور باقاعدہ تقریب منعقد ہوتی تھی جس کے مراسم کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

"نقیب" ۲۸ امور انجام دیتا تھا جن کو فرائض، سنن اور مستحبات کے نام دیئے جاتے تھے۔ خاص دعائیں پڑھی جاتی تھیں۔ "ابن" شہر کے جوانمردوں کی خاطر تواضع کا انتظام کرتا تھا۔ اس وقت شیرینی تقسیم ہوتی اور خوشی منائی جاتی تھی۔ "استاد شُدّ" اور "ابن" (بحالِ ساکت و صامت) دو سجّادوں پر قبلہ رو ہو کر بیٹھتے تھے۔ "ابن" سے ایفائے عہد فتوّت کی تلقین کی جاتی، اُسے خرقۂ فتوّت پہنایا جاتا، نمکین پانی کا گلاس (کأس الفتوّة) پلایا جاتا، مخصوص شلوار پہناتے اور اُس کے آزار بند میں تین گرہیں لگاتے اور سر پہ ٹوپی رکھتے۔ "ابن" اُٹھ کر شمع روشن کرتا اور اعلان کر دیا جاتا کہ فلاں ابن فلاں آج سے "فتیٰ" بن گیا ہے۔

"فتوّت" کی ظاہری تربیت اور رسوم کو ہم نے نہایت اختصار سے لکھا ہے —— ان اعمال کی توجیہات کو بھی زیادہ مفصل نہیں لکھا گیا ہے تاہم ذرا سی روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

خرقۂ فتوّت کی کیفیت خرقۂ تصوّف کی سی ہے۔ بعض صوفیہ اور بزرگوں کے کئی کئی خرقوں کا ذکر ملتا ہے۔

۲۵۔ سورہ العصر (۱۰۳) کی آیت ۳۔

ان میں بعض خرقے فتوت کے اور بعض صُلبی نسبت کی خاطر تھے مثلاً سید علاء الدولہ سمنانی (م ۷۳۶ھ) یا امیر سید علی ہمدانی کے خرقے جن کی وجہ سے ان دونوں کو "صاحب نسبت ثلاثہ" لکھا جاتا رہا ہے۔[۲۶]

آب نمکین پلانے کی نسبت کی حیثیت مسنون مانی جاتی رہی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جوانمردوں میں نمک کی سی ملاحت، قوتِ استلذاذ اور حقِ نمک پہچاننے کی تحریک موجود ہو۔ شلوار عفت و عصمت کا اور کلاہ احترام کا مظہر تھی۔ جوانمرد کہا کرتے تھے کہ کلاہ و شلوار جان سے عزیز ہے۔ امیر سید علی ہمدانی رسالہ "فتوتیہ" میں لکھتے ہیں: "...... کلاہِ فتوت، بزرگی و مکرمت کا تاج ہے اور شلوار ستر عورت کا خرقہ اور علامتِ عفت ہے۔ عبادات میں مرد کا ستر از ناف تا زانو ہے اور اس مقام کی ساتر شلوار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی آئی تھی کہ ستر کی سخت محافظت کرو۔ حضرت کے پاس دو شلواریں ہوتیں، ایک کو دھلاتے تو دوسری پہنتے۔ کلاہ و شلوار، فتوت کا خرقہ ہیں۔"

ناصری نے بھی سنتِ شلوار کو حضرت ابراہیمؑ سے منسوب کیا ہے۔ وہ اپنے "فتوت نامۂ منظوم" میں لکھتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم (و اسمٰعیل علیہما السلام) خانۂ کعبہ کو تعمیر فرما رہے تھے، تو جبریلؑ امین نے آپؑ کو سراویل مبارکہ پہنائی اور اس کے آزار بند میں تین گرہیں لگائی تھیں:

اولش بند "میانِ تربیہ" تا کہ حاصل گردد اورا تصفیہ
هم دوم بستن برائے خدمت است هم چنیں از بہر جاہ و حشمت است
لیک ایں را آخرش صحبت بود از وجودش خلق را راحت بود

یہ ہے فتیان کی سنتِ ابراہیمیؑ۔ بقول شاعر، نمرود لعین نے حضرت ابراہیمؑ کو آتشِ سوزاں میں ڈالتے وقت آپؑ کی بے احترامی کرنا چاہی تھی مگر آتش کے گلستان بننے کے دوران حضرت جبریلؑ امین نے آپؑ کو شلوارِ بہشتی پہنا دی تھی:

تا نہ بیند ہیچ کس اندام او تا کہ نہ شنید بدی در نام او
پس اساس و رسم شلوار اے رفیق ماند از ابراہیمؑ در باب طریق

۲۶۔ فصل الکتاب لوصل الاحباب با ضمیمہ رسالہ ذکریا از امیر سید علی ہمدانی طبع تاشکند صفحہ ۴۷ اور روضات الجنان و جنات الجنان جلد اول طبع تہران صفحہ ۲۴۳۔

حضرت ابراہیمؑ کی مذکورہ شلواریں نبی آخرالزماںؐ کو مرحمت ہوئیں اور آپؐ نے حضرت علیؓ کو دیں۔ یہ ہے شاعری کی توجیہہ جس کی کوئی اصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاصر علماء مثلاً علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی بغدادی (م ۵۹۷ھ)[27] اور امام ابن تیمیہ حنبلی (م ۷۲۸ھ)[28] نے ان استنادات اور بے سرو پا رسوم پر اعتراضات لکھے اور ان کو "بدعات فی الدین" قرار دیا ــــ البتہ یہ بزرگ بھی فتیان کی عملی سرگرمیوں کو بنظرِ استحسان دیکھتے تھے۔

فتوتِ اجتماعی "شطاری" اور "عیاری"

شطّار اور عیار، فتیان ہی تھے مگر ان میں تجدّد زیادہ آگیا تھا!

"شطّار" (شاطر کا صیغۂ مبالغہ) کی اصطلاح سے معاً ذہن میں تین مفہوم جاگزین ہونے لگتے ہیں: صوفیائے شطّار جو سہروردیہ سلسلے کی ایک شاخ شمار کئے جاتے ہیں، قرونِ وسطیٰ کے ورزش کار جو جسمانی مہارت اور کرتب دکھانے میں طاق سمجھے جاتے تھے اور شطّارانِ جوانمرد۔ تینوں گروہوں نے لفظی مفہوم کی مناسبت سے یہ اصطلاحیں وضع کیں اور اپنی جگہ تینوں درست ہیں مگر یہاں ہمارا واسطہ صرف تیسرے گروہ (جوانمردوں) سے ہی ہے۔

شطّار ایسے جوانمرد تھے جو اپنے نظریات و عقائد کی ترویج کے لئے سختی و تجاوز سے باز نہ رہتے تھے۔ ایک نیم اخلاقی نیم سماجی گروہ تھا۔ اپنے خیالات کو بروئے عمل لانے کی خاطر قتل و خون ریزی تک کر ڈالنا ان کی نظر میں مستحسن تھا اور "فتوت ناصری" (جس کا ذکر آئے گا) کی ترویج کے بعد ان پر شرعی "حدیں" جاری کی گئیں۔ صدقات، خیرات اور زکوٰۃ جبراً وصول کرتے اور امراء کا ناک میں دم کئے ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روش کا حوالہ دیتے تھے جو انہوں نے مانعینِ زکوٰۃ کے سلسلے میں اختیار کی تھی مگر یہ لوگ جب اپنی بات پر اڑ جاتے تو حق کے ساتھ ناحق بھی کر گزرتے تھے۔ غرباء اور مساکین کو اپنے ساتھ ملا لیتے تھے تاکہ ان کی جدوجہد میں شریک رہیں۔ یہ دل سوختہ غرباء امراء سے خواہ مخواہ انتقام جوئی پر اتر آتے تھے۔ اس گروہ کے کئی افراد کو خلافتِ عباسی نے "تو ابوں" (خفیہ اور جاسوسی پولیس) میں شامل

۲۷۔ تلبیس ابلیس یا نقد العلم والعلماء طبع قاہرہ ۱۹۲۸ء صفحہ ۲۱۴۔

۲۸۔ الصلۃ بین التصوف والتشیع تالیف ڈاکٹر کامل مصطفےٰ شیبی، جلد دوم، بغداد ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۳۲۔

کر لیا تھا۔ سرزمینِ اندلس میں یہ لوگ "صقورہ" کہلاتے تھے۔ ایران کے "سربدار دراویش" جنہوں نے آٹھویں صدی ہجری میں استرآباد اور گرگان کے ظالم حاکم طغا تیمور کے خلاف علَم بغاوت بلند کیا اور آخر کار اُسے قتل کر کے اقتدار خود سنبھال لیا، شطار ہی تھے۔[۲۹]

شطّاروں اور عیّاروں کی در اصل الگ الگ دو اصطلاحیں، ان کے عقائد اور کاموں میں چنداں حدِ فاصل نہ تھی لہٰذا اب عیاروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عربی لغتوں میں "عیار" کے متعدد معانی مندرج ہیں مثلاً چور، شیر درندہ، پوشیدہ طور پر کام کرنے والا اور دھوکے باز (اور "اُردو" نے یہی آخری معانی اس لفظ کو دیئے ہیں) وغیرہ۔ چونکہ اس لفظ کی عربی اصل اور مادہ معلوم نہیں اس لئے اکثر محققین اسے معرّب مانتے ہیں۔ خیال ہے کہ اوستا زبان کا لفظ "AYAR" (جس کی تخفیف شدہ صورت "یار" اُردو اور فارسی میں مستعمل ہے) اس کی اصل ہو جس کے معانی "دوست اور رفیق" کے ہیں۔ "عیّاروں" کے کاموں کی روح یہی یاری اور دوستی تھی۔[۳۰] اصطلاحاً عربی میں "عیّار" ایسے چاق و چوبند، گمنام اور کبھی کبھی ہنگامہ آرائی کرنے والے افراد کو کہتے ہیں جو جوانمردوں کی مانند ضعیفوں کی مدد کریں۔ "عیّار" ان آخری معنی میں ابتداء میں بڑے نیک نام رہے۔ یہ لوگ بہادر، مہمان نواز اور پوشیدہ طریقوں سے، ریاکاری سے محترز رہ کر، رفاہِ عامّہ کے کاموں میں شریک ہوتے تھے۔ خارجی، صعلوک (غلطی سے سالوک)، فتیانِ سیفی اور قوچی وغیرہ ان ہی لوگوں کے القاب تھے۔[۳۱]

عیّار استبدادی حکومتوں کے خلاف سینہ سپر رہے ۔۔ اور حب الوطنی کے تقاضے کے تحت بیرونی حملہ آوروں سے بھی نبرد آزما۔ ملکی سیاست میں اس گروہ کا عمل دخل تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید (م ۸۰۹ء) کے دو فرزندوں امین الرشید (م ۸۱۳ء) اور مامون الرشید (م ۸۳۳ء) کے درمیان جنگ کے زمانے میں

۲۹۔ تاریخ سیستان (مؤلف نامعلوم) تصحیح ملک الشعراء بہار، تہران صفحہ ۱۶۱، تاریخ ادبیات در ایران جلد اوّل طبع اوّل از ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، تہران صفحہ ۳۲ - ۳۳ اور تاریخ تمدنِ اسلام (جرجی زیدان، فارسی ترجمہ: جواہر کلام) جلد ۵، تہران صفحہ ۶۱ - ۶۲۔

۳۰۔ مستفاد از یادداشت ڈاکٹر بہرام فرہ وشی، تہران۔

۳۱۔ کتاب الفتوۃ ابن المعمار صفحہ ۲۸۷ - ۲۹۳ اور سرچشمۂ تصوف در ایران صفحہ ۲۱۸۔

بغداد کے لوگوں کی حالت دگرگوں ہوگئی تھی ۔ حکومت کا نظام مختل ہوچکا اور لوگوں کی جان و مال سخت خطرے میں تھی ۔ اس جوانمرد گروہ نے امن وامان قائم رکھنے میں عمّال حکومت کے ساتھ کامیاب تعاون کیا مگر بعض جوشیلے عیاروں نے عمّال سے لڑائی شروع کردی ۔ کچھ دوسروں نے خود بھی لوٹ مار مچا لی ۔

عرب ممالک میں بغداد، دمشق، کوفہ، قاہرہ، بصرہ، حزدل، عدس اور موصل، ایران میں خراسان، سیستان اور ماوراءالنہر "عیاروں" کے خاص مراکز تھے ۔ دمشق میں یہ لوگ "احداث" کہلاتے تھے ۔ ان ہی لوگوں نے ۳۳۹ھ میں اُس قافلہ پہ حملہ کیا تھا جس میں مشہور مسلمان فلسفی ابونصر فارابی دمشق سے عسقلان کی طرف سفر کر رہا تھا ۔ ان صعالیک سے بہت کم مسافر بچ کر بھاگ سکے ۔ حکام شام نے بڑی مشکل سے ان لوگوں میں سے بعض کو گرفتار کر لیا اور ابونصر فارابی کے مزار واقعہ دمشق کے نزدیک انھیں سولی دے دی[۳۲] ۔ ابن جبیر اندلسی (م ۶۱۴ھ) بھی اپنے سفرنامے میں ان جنگجو لوگوں کا ذکر کرتا ہے[۳۳] اور ان کے بارے میں متعدد کتابیں اور مقالے لکھے جا چکے ہیں ۔[۳۴]

(مسلسل)

---

۳۲ ۔ کتاب الفتوۃ ابن المعمار صفحہ ۱۴، ۲۲ و ۲۹ ۔

۳۳ ۔ الرحلۃ لابن جبیر طبع بغداد صفحہ ۲۳۰ ۔

۳۴ ۔ مثلاً اسکندر نامہ منثور بہ تصحیح ایرج افشار (تہران)، الملامتیۃ والصوفیہ واھل الفتوۃ تالیف ابوالعلاء عفیفی (قاہرہ)، داراب نامہ تالیف مولانا محمد بیغمی (تہران)، ماہ نخشب (تہران) از مرحوم سعید نفیسی، یعقوب لیث عیار از ڈاکٹر باستانی پاریزی اور سمک عیار (۵ جلد) مؤلف نامعلوم، مصحح ڈاکٹر خانلری ۔